انقلاب مسلسل

شاعر آل محمدؐ سید نواب افسر لکھنوی

کیا دن تھے وہ بھی دن کہ عزیز جہاں تھے ہم
خوددار تھے، غیور تھے، صاحبِ نشاں تھے ہم

تھے انجمن میں شمعِ شبستانِ انجمن
میداں میں مرد معرکۂ امتحاں تھے ہم

گلشن کی نرم آب و ہوا میں تھے برگِ گل
صحرا کے تیز جھونکوں میں کوہِ گراں تھے ہم

سینہ میں دل تھا دل میں اُبھرنے کا حوصلہ
نبضوں میں خون دوڑ رہا تھا جواں تھے ہم

کانٹوں کو روند روند کے چلتے تھے بے خطر
دشواریٔ حیات کے قائل کہاں تھے ہم

احساس حق و فرض تھا معیارِ زندگی
اپنے عمل کے اپنی جگہ پاسباں تھے ہم

تھا ہر نفس تجلّیِ عرفاں کا آئینہ
فطرت کے رازدار تھے ہم، ترجماں تھے ہم

رکتے نہ تھے جہاں کے نشیب و فراز سے
ہر منزلِ حیات میں سیلِ رواں تھے ہم

ہم پر کھلی ہوئی تھی ترقی کی شاہراہ
جبریل بھی وہاں پہ نہیں تھے، جہاں تھے ہم

اک خواب تھا فسانۂ ماضی نہ پوچھئے
کس منزلِ بلند پہ تھے ہم، کہاں تھے ہم

گھیرے ہیں اب تو چار طرف سے نحوستیں
ناکام ہیں، حقیر ہیں، نامعتبر ہیں ہم

ہمت ہماری پست ہے بازو ہمارے شل
افسردہ دل ہیں بے عمل و بے خبر ہیں ہم

کچھ سوچنے سمجھنے کی عادت ہی اب نہیں
نا آشنائے لذّتِ فکر و نظر ہیں ہم

اپنوں کے سدّ راہ ہیں، اپنوں کے عیب جُو
اس میں بڑے دلیر بڑے دیدہ ور ہیں ہم

مفلوج حوصلے ہیں لہو سرد دل ضعیف
اب کیا کہیں کسی سے کہ برق و شرر ہیں ہم

ہر شعبۂ حیات ہے اب ہم سے بے نیاز
دنیا کے بندوبست میں یوں بے اثر ہیں ہم

بے حِس و بے شعور سا اک نقش بن کے آج
اپنی جگہ پہ زینت دیوار و دَر ہیں ہم

لیکن ہزار کچھ ہو پھر اُبھریں گے ایک دن
مایوس ابھی نہیں سفر زندگی سے ہم

ہو جائے گی کمی کی تلافی یقین ہے
اب بھی کریں گے کام اگر تند ہی سے ہم

اچھا ہوا جھنجھوڑ دیا ہم کو وقت نے
اچھا ہوا کہ بچ گئے افتادگی سے ہم

پیچھے ہیں سب سے آج یہ تسلیم ہے مگر — کل دیکھنا رہیں گے نہ پیچھے کسی سے ہم
اس کاروانِ زیست کے قائد بنیں گے کل — جس کارواں میں آج ہیں کچھ اجنبی سے ہم
فطرت میں ہے اُبھرنے کی طاقت تو ایک دن — گذریں گے سر اُٹھا کے رہِ زندگی سے ہم
ہاں آج تیرگی میں ہیں کل دیکھنا مگر — خورشید بن کے نکلیں گے اس تیرگی سے ہم

مدحِ امامؑ حادی عشر

محترمہ بنت زہراء نقوی ندیؔ الہندی صاحبہ

قطعہ

آرہی ہے یہ صدا ماضی کے زندانوں سے — کیا تقابل ہو اماموں کا جہانبانوں سے
رکھ کے سر پائے امامت پہ درندوں نے کہا — دشمنِ آل نبیؐ پست ہیں حیوانوں سے

منقبت

پیروِ عسکریؑ بنو! کیسے ہو زندگی عبث — ان کی ولا اگر نہیں تب تو ہے واقعی عبث
مکر و حسد شعار ہیں کبر و ریا پسند ہیں — اِن صفتوں کی وجہ سے آج ہے مولوی عبث
الفت آل مصطفیؐ دولتِ دین و آخرت — اس کے بغیر ہو بھی تو ساری تونگری عبث
نام حسنؑ ہے آپ کا عسکریؑ آپ کا لقب — آپ امیر کائنات، آپ سے دشمنی عبث
قحط کی زد میں لوگ ہیں قحط کی زد میں دین ہے — دونوں جہاں میں کیوں کہیں آج ہے کھلبلی عبث
دستِ دعائے عسکریؑ بعد نماز کہہ اُٹھے — دین کو بے کلی عبث خشکی میں ابتری عبث
بج گیا ڈنکا دہر میں آل نبیؐ کے کام کا — اپنوں کی بھی نگاہ میں ہوگیا پادری عبث
سب نے زبان حال سے اتنی تو بات سن ہی لی — یہ ہیں برائے رہبری باقی کی رہبری عبث
در سے حسنؑ کے بٹتی ہیں دونوں جہاں کی دولتیں — در بدری کی زد میں ہے ہائے یہ آدمی عبث

جس میں نبیؐ و آلؑ کی مدح و ثنا ہو اے ندیؔ
ہے وہی کام کی فقط باقی تو شاعری عبث